Email : haqkiraoshni@gmail.com MGN/170/2015-2017 Reg No. MAHURD/2014/59864

ملت اسلامیہ کا ترجمان

بیادگار: حضرت مولانا محفوظ الرحمٰن قاسمیؒ
زیرسرپرستی: حضرت مولانا محمد عمرین محفوظ رحمانی

Weekly HAQ KI RAOSHNI Malegaon

پیغام

یہ بات ہر مسلمان کے ایمان کا لازمی جز ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ جو دین ہم تک پہونچا ہے، یہ اللہ کی طرف سے ہے، مگر ایسا نہیں ہے کہ خالقِ کائنات نے کان اور آنکھ کی طرح ہر شخص کو براہ راست دین کے احکام عطا کردیئے ہوں؛ بلکہ یہ انسانیت تک مختلف واسطوں سے پہنچا ہے، ان میں پہلا واسطہ انبیاء کرام کا ہے، جس کا سلسلہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوگیا، دوسرا واسطہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے برگزیدہ رفقاء یعنی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں، اور تیسرا واسطہ علماء امت ہیں، ان تینوں سے امت کا ربط و تعلق جتنا زیادہ ہوگا، اتنا ہی زیادہ وہ دین سے مربوط رہیں گے، اور یہ تعلق جتنا کم ہوگا اور ان پر یقین و اعتماد کی جتنی کمی ہوگی، اسی قدر وہ دین سے دور ہوتے چلے جائیں گے۔

فقیہ العصر حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی دامت برکاتہم

(سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ)

Vol. No. 03 Issue No. 39 Date 07/09/2017 Thursday Rs.2/- قیمت ۲ روپے

جمعرات | مورخہ ۱۵/ذی الحجہ ۱۴۳۸ھ بمطابق ۷/ستمبر ۲۰۱۷ء | شمارہ نمبر ۳۹ | جلد نمبر ۳

سیرت امیر المؤمنین حضرت عثمان غنیؓ

گزشتہ سے پیوستہ

افادات حضرت مولانا محفوظ الرحمٰن قاسمیؒ

حضرت عثمان غنیؓ کی بلند شان کا اندازہ اس سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ ایک موقع پر حضور ﷺ نے فرمایا: لکل نبی رفیق ورفیقی فی الجنة عثمانؓ ہر نبی کے لیے رفیق ہیں، ان کے ساتھی ہیں ان کے دوست ہیں معاون اور مددگار ہیں اور حضرت عثمان غنیؓ جنت میں میرے رفیق ہوں گے۔ اب بتائیے دنیا میں جو رفاقت حاصل ہے وہ تو ہے ہی، جنت میں بھی وہ میرے رفیق بن کر رہیں گے۔

حضور ﷺ نے جنہیں اس دنیا میں نہ چھوڑا ہو اور جو آخرت میں آپ ﷺ کی معیت میں ہوں ان کی سعادت وخوش بختی کا اندازہ کرو، ایک حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت عثمانؓ کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ اللہ یغفرک ما قدمت وما اخرت وما اسررت وما اعلنت. اللہ تمہیں معاف کردے گا تمہاری مغفرت کردے گا جو تم نے ظاہر میں کیا، جو باطن میں کیا جو اعلانیہ کیا جو پوشیدہ کیا، کوئی بھی بات جو تم نے کی ہوگی اللہ تعالیٰ سب کو معاف کردے گا، اسی طرح جب غزوہ تبوک کے موقع پر آپ ﷺ نے تحریص کی اور لوگوں کو ترغیب دی کہ اللہ کے راستے میں خرچ کرو، اس حدیث کے آخر میں ہے ماضر ما فعل عثمان اب اس کے بعد عثمانؓ جو کچھ بھی کریں انہیں کوئی چیز نقصان نہیں پہنچائے گی، اللہ نے ان کو معاف کردیا ہے، تو حضور ﷺ نے ایسے الفاظ کے ساتھ فرمایا کہ ظاہر اور باطن، جلوت اور خلوت میں جو کچھ تم سے ہوگا اللہ سب معاف کردے گا، حضرت ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں ایک مرتبہ میں نے اول شب میں دیکھا رسول اللہ ﷺ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھایا اور طلوع فجر تک دعا کرتے رہے، اور اس میں حضرت عثمانؓ کے لیے بار بار کہتے رہے، اللہ تو ان کی مغفرت فرما ان کے درجات کو بلند فرما، شروع رات سے لے کر آخر رات تک، اب آپ بتائیے حضور ﷺ اگر کسی کے لیے دست مبارک ایک دفعہ بھی اٹھادیں تو اس کی سعادت اور خوش بختی کے لیے کافی ہوجائے اور اس کی نجات آخرت اور فلاح اخروی کے لیے وہ چیز کافی ہوجائے، پھر یہ کہ رسول اللہ ﷺ ابتدائے لیل سے طلوع فجر تک دعا کرتے رہے۔ آپ جب دعا کرتے تو ہاتھوں کو اتنا بلند کرتے تھے، میں نے دیکھا جب حضرت عثمانؓ کے حق میں دعا کر رہے تھے توانی اراى بياض ابطيه۔ آپ کی بغل کی سفیدی مجھے نظر آرہی تھی اتنا ہاتھ بلند کرتے ہوئے میں نے کسی کے لیے نہیں دیکھا جتنا عثمانؓ کے لیے۔ غالباً یہی وجہ تھی کہ جب حضرت عثمانؓ کو اس طرح مظلومیت سے شہید کردیا گیا تو حضرت عائشہؓ سے صبر نہیں ہوسکا اور ایک جماعت کے ساتھ وہ نکل کھڑی ہوئی تھیں کہ جن لوگوں نے قتل کیا ہے جب تک ہم انتقام نہیں لے لیں گے ہم خاموش نہیں بیٹھیں گے۔ غالباً یہی وجوہات تھیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بے پناہ دعائیں حضرت عثمانؓ کے لیے کیں اور ہاتھوں کو بلند کر کر کے اونچا کر کے دعائیں کیں۔

ایک حدیث میں ہے جسے امام احمد بن حنبلؒ نے نقل کیا حضور ﷺ نے فرمایا یا عثمان انت ولی فی الدنیا والآخرہ۔ اے عثمانؓ تم میرے ولی ہو دنیا میں بھی ہو اور آخرت میں بھی ہو، ولی کے معنی معاون کے آتے ہیں، مددگار کے آتے ہیں، آقا اور مولیٰ کے آتے ہیں، بہت سے معنی ہیں، تو تم میرے رفیق ہو دنیا میں بھی آخرت میں بھی۔ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نہایت خوش اور مسرور ہوئے، اور آپ نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی کہ اے اللہ عثمانؓ تیری رضا اور خوشنودی کا طالب ہے تو اس سے خوش ہوجا اور راضی ہوجا، حضرت ام کلثومؓ نے ایک مرتبہ کہا: اللہ کے رسول ﷺ فاطمہ کے شوہر علی کیا میرے شوہر سے افضل ہیں؟ آپ ﷺ تھوڑی دیر خاموش رہے، اور پھر آپ نے فرمایا کہ زوجک یحبه الله ورسوله وهو يحب الله ورسوله، تیرا شوہر وہ ہے کہ اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتے ہیں، اس سے راضی اور خوش ہیں اور وہ بھی اللہ اور اس کے رسول کو چاہتا ہے۔ (جاری)

☆......☆......☆

مسلمان اپنے ایمان کی حفاظت کی فکر کریں!

ذرا سی چوک برسوں کا اثاثہ چھین لیتی ہے

از: مفتی محمد عامر یاسین ملی

ایک مومن کی سب سے قیمتی چیز اس کا ایمان ہے، جو بلاشبہ اس کی جان، مال اور عزت سے بھی زیادہ قیمتی ہے، اور کیوں نہ ہو کہ ایمان ہی کی بنیاد پر بندۂ مومن حضور ﷺ کی شفاعت اور جنت الفردوس کا مستحق ہوگا، جبکہ جہنم کی ہولناکی اور آخرت کی ناکامی غیر ایمان والوں کا مقدر ہوگی۔

ہم لوگ چونکہ پیدائشی مسلمان ہیں، ایمان کا سرمایہ ہمیں ورثہ میں ملا ہے، اس کے حصول کے لیے نہ ہمیں جان کی قربانی دینی پڑی نہ مال کی، نہ ہجرت کے کر کے ترک وطن کی مشقت برداشت کرنی پڑی، نہ اپنے اہل و عیال اور رشتہ دار واحباب سے دوری کا دکھ سہنا پڑا، اس لئے ہم نہ ایمان کی قدر و قیمت سے پوری طرح آشنا ہیں اور نہ ہی اس تحفظ کے تئیں بیدار، اکثر و بیشتر ناواقفیت اور جہالت میں ہماری زبانوں سے ایسی باتیں نکل جاتی ہیں جن کی وجہ سے ہمارا دامن دولت ایمانی سے خالی ہوجاتا ہے، جیسے رمضان آنے پر کوئی کہے: مصیبت سر پر آ گئی، یا یہ کہیں کاش زنا یا ناحق قتل حلال ہوتا! یا اہل علم کے تعلق سے کہے: ہمیں علماء یا علمی مجالس سے کیا واسطہ؟ اسی طرح قرض دینے والا جب اپنے قرض کا تقاضہ کرے تو اس سے یہ کہنا کہ ”سب آخرت میں لے لینا“۔

اسی طرح مسلمانوں کا وہ طبقہ جو اعلیٰ تعلیم یافتہ ہونے کے ساتھ ساتھ مغرب زدہ اور تجدد پسند ہوتا ہے، وہ ایسے گمراہ کن نظریات پیش کرتا ہے اور اسلامی قوانین واحکام سے متعلق اپنی عقل لڑا کر ایسی باتیں کرتا ہے جو عقیدۂ توحید اور ایمان کے تقاضوں کے بالکل مخالف ہوتی ہیں جن کی بناء پر بعض مرتبہ ایمان سے محرومی کی نوبت آجاتی ہے۔ موجودہ دور فتنوں سے پُر ہے، قدم قدم پر سرمایۂ ایمان کو لوٹنے اور عقیدہ توحید کی دولت پر ڈاکہ ڈالنے والے موجود ہیں، گمراہ کن نعرے اور نظریات، شرکیہ نظمیں اور ترانے، کفریہ کلمات سے پُر ڈرامے اور گانے، اور ہندوانہ رسموں اور طریقوں پر مشتمل ایسے بہت سارے افعال واعمال موجود ہیں، جن کا بھولے بھالے اور ناواقف مسلمان بآسانی شکار ہوجاتے ہیں، اور انہیں احساس بھی نہیں ہوتا کہ اب نہ ان کا ایمان سلامت رہا اور نہ نکاح باقی رہا۔ نبی کریم ﷺ نے ایسے ہی پرفتن دور کے بارے میں ارشاد فرمایا تھا کہ قرب قیامت میں ایسا وقت آئے گا کہ تو دیکھے گا کہ ایک آدمی صبح اٹھے گا تو وہ ایمان والا ہوگا اور شام کو سونے کے لیے بستر پر جائے گا تو ایمان سے خالی ہوچکا ہوگا۔

گذشتہ دنوں ہمارے شہر میں بھی ایک ایسا ہی افسوس ناک واقعہ پیش آیا۔ جب متعدد نوجوان گنپتی پنڈال میں حاضر ہوئے، ان میں بعض تماشابین کی حیثیت سے شریک تھے اور بعض نے سیاسی مقاصد کے پیش نظر یکجہتی اور رواداری کے نام پر مورتی کے ساتھ تصویریں کھنچوائیں اور بعض نے تو وہاں ہو رہی آرتی پوجا میں بھی حصہ لیا۔ ان سارے مناظر کی تصویریں جب سوشل میڈیا پر وائرل ہوئیں تو مسلمانوں میں تشویش کی لہر دوڑ گئی اور ان حضرات کے ایمان کے تعلق سے بحث چھڑ گئی۔ چنانچہ علماء کرام نے باہمی مشورہ کر کے صاف اعلان کیا کہ ”جن لوگوں نے گنپتی کی آرتی اتاری ہو وہ تجدید ایمان اور تجدید نکاح کریں اور توبہ واستغفار کریں، اور جن لوگوں نے محض شرکت کی ہو وہ سچے دل سے اپنے گناہوں کی معافی مانگیں۔“

خدا کا شکر ہے کہ مذکورہ افراد کو بھی اپنی غلطی کا احساس ہوا، چنانچہ علمائے کرام کی خدمت میں حاضر ہو کر انہوں نے نہ صرف توبہ واستغفار کی بلکہ آرتی میں شرکت کرنے والوں نے تجدید ایمان وتجدید نکاح بھی کیا۔

اس پورے واقعے سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ برادران وطن سے رابطہ رکھنے میں ہم شرعی حدود کا خیال رکھیں، خصوصاً کاروباری اور سیاسی حضرات تھوڑے فائدے اور خود کو سیکولر ثابت کرنے کے لیے اپنے ایمان کو داؤ پر نہ لگائیں، نوجوانوں کو بھی چاہئے کہ وہ ایسی جگہوں کا رخ نہ کریں جہاں شرکیہ اعمال انجام دیئے جا رہے ہوں، سرپرست حضرات اپنے بچوں کی نگرانی رکھیں اسکول سے آنے کے بعد بچہ جو نظم گنگنا رہا ہو، غور کریں کہ کہیں اس میں شرک کی آمیزش تو نہیں؟

جن لوگوں نے غلطی سرزد ہونے کے بعد اس پر شرمندگی کا اظہار کیا ہے، توبہ واستغفار یا تجدید ایمان اور تجدید نکاح کرلیا ہے، عام مسلمان انہیں مسلمان ہی سمجھیں اور ان کے تعلق سے کسی بھی طرح کی کوئی نامناسب بات اپنی زبان سے نہ کہیں۔

اللہ پاک ہمیں ایمان پر ثابت قدمی اور ایمان پر ہی خاتمہ نصیب فرمائے۔ آمین

☆......☆......☆

حضرت ابراہیم خلیل علیہ الصلوٰۃ والتسلیم توحیدِ خالص کے علم بردار

تحریر: حضرت مولانا نازبیر احمد ندیمی ملی

گذشتہ سے پیوستہ

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلاۃ والسلام نے ہر موقع اور ہر مقام پر توحید خالص کو سمجھنے اور دنیا والوں کو سمجھانے کی کوشش کی رات کے وقت آسمان دنیا پر ہونے والی تبدیلی کا نظارہ، اور اس سے نتیجہ نکالنا، قوم کے میلوں ٹھیلوں سے اپنے آپ کو بچا کر بت پرستی کی بنیاد کو ڈھانے کا عمل، بادشاہ وقت کے سامنے بھی اعلاء کلمۃ الحق کا رجحان یہ سب موحد ہونے کے سبب ہی ہوا۔ اگر توحید کا بیج آپ کے دل میں نعوذ باللہ راسخ اور پیوست نہ ہوتا تو اتنے حیرت انگیز اور تعجب خیز کام کبھی بھی وجود میں نہ آتے۔

معمار حرم کے یہ کارہائے نمایاں عیدالاضحیٰ کے موقع پر ہمیں بھی اسی توحید کو اپنانے کی دعوت دیتے رہے ہیں۔ اس وقت تو حضرت ابراہیمؑ کو صرف ایک ہی بت کا مقابلہ تھا لیکن ہمیں کئی بتوں کا سامنا ہے اور سبھوں سے اپنے آپ کو بچانا نہایت ضروری ہے۔

موجودہ دور میں انسان مال ودولت، عزت و شہرت اور عریانیت وفحاشیت کے بتوں میں گرفتار ہے علامہ اقبالؒ نے اپنے الہامی اشعار میں انہی باتوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

یہ مال ودولت دنیا یہ رشتہ و پیوند
بتان وہم و گماں، لاالٰہ الااللہ

کہیں فرمایا کہ صرف دعوؤں سے توحید کا پرستار ہونا ناممکن ہے۔ فرماتے ہیں۔

زباں سے گر کیا توحید کا دعوی تو کیا حاصل
بنایا ہے بت پندار کو اپنا خدا تو نے

پندار اور غرور کے بت سے آزاد ہونا بھی شیوہ ابراہیمی اور ادائے خلیل ہے، آج وقت ہے کہ ہم اس بت کو بھی توڑنے کے لئے کوشش کریں۔ یہاں تو ہر شخص ہی ہمچوں من دیگرے نیست اور انانیت کا دعوی کرتا ہے کہیں فرمایا کہ

زباں سے کہہ بھی دیا لاالہ تو کیا حاصل
دل ونگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

اسی طرح عہد جدید کے عریانیت وفحاشیت کے بتوں کو بڑی قوت کے ساتھ عارف مشرق نے اجاگر کیا ہے کہ صرف رنگ وروپ بدل گیا ہے لیکن آج بھی بت فروشی اور بت گری جاری ہے، آج ہم سنیما، ویڈیو، ٹی وی اور ریڈیو، موبائیل، کمپیوٹر اور انٹرنیٹ وغیرہ کے گندے پروگراموں کو برا نہیں سمجھتے، جو فی الواقع اسی کا چربہ اور عکس ہیں۔ وہ فرماتے ہیں۔

وہی بت فروشی وہی بت گری ہے
سنیما نہیں صنعت آزری ہے

عید قرباں کے موقع پر معمار حرم حضرت ابراہیمؑ، پیکر صدق وصفا حضرت اسماعیلؑ اور صابرہ و شاکرہ خاتون حضرت ہاجرہؓ کی اداؤں کو جب ہم یاد کرتے ہیں تو اس موقع پر ان تمام بتوں کی محبت سے اپنے آپ کو آزاد کرنا نہایت ضروری ہے ان بتوں سے ہماری یہ وارفتگی اور شیفتگی ہماری پست طبیعت کا مظہر ہے اس لئے کہ

بال بازاں را سوئے سلطاں بُرد
بال زاغاں را بگور ستاں بُرد

شاہین وعقاب کے بازو اسے بادشاہ کے دربار میں پہنچاتے ہیں جس سے اس کی عالی حوصلگی اور اولوالعزمی کا پتہ چلتا ہے اور کوؤں کے بازو اسے قبرستان پہنچاتے ہیں کیونکہ وہ مردار خور اور فطرت کا مارا ہوا ہے۔ ہمیں اپنے اعمال وافعال سے اپنی فطرت کا صحیح رخ پیش کرنا چاہئے کہ ہم میں شاہین وعقاب کی بلند پروازی ہے نہ کہ زاغ وزغن کی مردار خواری۔

☆......☆......☆

بھول گئے

اکبر الٰہ آبادی مرحوم

عشرتی گھر کی محبت کا مزہ بھول گئے
کھا کے لندن کی ہوا عہد وفا بھول گئے
پہنچے ہوٹل میں تو پھر عید کی پروا نہ تھی
کیک کو چکھ کے سویوں کا مزہ بھول گئے
بھولے ماں باپ کو اغیار کے چرچوں میں وہاں
سایۂ کفر پڑا نورِ خدا بھول گئے
موم کی تتلیوں پر ایسی طبیعت پگھلی
چمن ہند کی پریوں کی ادا بھول گئے
کیسے کیسے دل نازک کو دُکھایا تم نے
خبر فیصلۂ روز جزا بھول گئے
نقل مغربی اتر آئی تمہارے دل میں
اور یہ نکتہ مری اصل ہے کیا؟ بھول گئے

درس قرآن

مورخہ ۹/ستمبر بروز سنیچر بعد نماز عشاء فوراً شاہی مسجد تین قندیل میں حضرت مولانا محمد عمرین محفوظ رحمانی صاحب درس قرآن دیں گے۔ شرکت کی گزارش ہے۔ مستورات کے لئے پردے کا انتظام رہے گا۔

الداعیان

متوسلین خانقاہ رحمانیہ وذمہ داران شاہی مسجد

اس ہفتہ کا سبق

مسئلہ یہ نہیں کہ حق بات کہنے والے علمائے کرام ختم ہوگئے ہیں۔

مسئلہ یہ ہے کہ ہم صرف ”اپنی مرضی کا حق“ سننا چاہتے ہیں۔

دائرے میں سرخ نشان کا مطلب ہے آپ کا سالانہ زرِتعاون ختم ہوچکا ہے۔ لہٰذا 100 روپے بطور زرِتعاون ادا کریں۔

نوٹ: کسی وجہ سے اخبار آپ تک نہ پہنچ رہا ہو یا جو حضرات اخبار ”حق کی روشنی“ جاری کروانا چاہتے ہوں وہ بھی مندرجہ بالا نمبرات پر رابطہ کرسکتے ہیں۔

رابطہ
محمد شہزاد رحمانی
9372441133
واٹس ایپ نمبر
9372784842

اداریہ

مولانا محمد عمرین محفوظ رحمانی کے قلم سے

مولانا آزاد مرحوم نے جب ہوش سنبھالا تو ہندوستان کو انگریزوں کے پنجہ ظلم و استبداد میں جکڑا ہوا پایا، انگریزوں کے ظلم وستم، مکروفریب اور ہندوستانی باشندوں کے ساتھ ان کے وحشیانہ سلوک کو دیکھ کر ان کے تن بدن میں ایک آگ سی لگ گئی اور ان کی تمام کوششیں، جدوجہد تحریر وتقریر کے پناہ وخداداد صلاحیتیں ملک کی آزادی اور انگریزی استعمار کے خلاف خرچ ہونے لگیں، ان کی سحر آفریں تقریروں نے انگریزی سامراج کو لرزہ براندام کردیا، اور ''البلاغ'' و''الہلال'' کی سلگتی ہوئی تحریروں نے انگریزوں کے ایوانوں میں شگاف ڈال دیئے، آزاد مرحوم کی آزاد زبان سے نکلنے والا ہر بیان اور ان کے بیباک قلم سے لکھا جانے والا ہر جملہ انگریزوں کے سینوں کو چھلنی کرنے لگا اور وہ انگریزی سامراج کی نگاہوں میں مثل خار کھٹکنے لگے، نتیجتاً ۱۹۱۶ء میں آزاد مرحوم کو رانچی جیل میں قید کردیا گیا، رانچی میں ۱۹۲۰ء تک قید رہے اور قید و بند کا یہ سلسلہ ۱۹۴۷ء تک برابر چلتا رہا۔ قید و بند اور اسیری کی یہ تفصیلات خود مولانا نے نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمٰن خاں شیروانی مرحوم کے نام قلعہ احمد نگر سے لکھے گئے ایک خط میں درج کی ہیں، وہ آداب وتسلیمات کے بعد لکھتے ہیں۔ ''قید و بند کی زندگی کا یہ چھٹا تجربہ ہے، پہلا تجربہ ۱۹۱۶ء میں پیش آیا تھا جب مسلسل چار برس قید و بند میں رہا، پھر ۱۹۲۱ء، ۱۹۳۱ء، ۱۹۳۲ء، اور ۱۹۴۰ء میں یکے بعد دیگرے یہی منزل پیش آتی رہی اور اب پھر اسی منزل سے قافلہ بادہ پیمائے عمر گزر رہا ہے۔ (واضح ہو کہ یہ مکتوب ۱۹۴۲ء میں لکھا گیا تھا) ابوالکلام آزاد مرحوم نے اپنی زندگی کے سولہ قیمتی سال جیل کی تنگ وتاریک اور بوسیدہ وخستہ کوٹھریوں میں گزارے ہیں۔ ''غبار خاطر''، ''کاروانِ خیال''، اور ترجمان القرآن جلد دوم جیل کی زندگی ہی کی یادگار ہیں۔ ''غبار خاطر'' قلعہ احمد نگر جہاں ۱۹۴۲ء میں مولانا قید تھے، سے مولانا حبیب الرحمٰن خان شیروانی مرحوم کے نام لکھے گئے خطوط کا مجموعہ ہے جو کہ اردو ادب میں ایک گرانقدر اضافہ ہے، اور آزاد مرحوم کے اسلوب نگارش کا ایک جیتا جاگتا نمونہ۔ ''غبار خاطر'' کے خطوط کی بے ساختگی و برجستگی اور ان میں پیش کئے جانے والے افکار وخیالات کی ثقافت و پرکیفی کی بناء پر ہم بجا طور پر یہ کہہ سکتے ہیں کہ غالب مرحوم کے بعد ہندوستانی تاریخ میں مولانا آزاد سے زیادہ کامیاب مکتوب نگار نہیں پیدا ہوا۔

جیل کے زمانے میں لکھی گئی دوسری کتاب، ترجمان القرآن جلد دوم ہے۔ یہ قرآن مجید کا بامحاورہ فصیح وبلیغ اور منفرد اندازِ نگارش میں لکھا گیا بہترین ترجمہ اور مختصر تشریح وتوضیح ہے یہ کتاب آج بھی ماخذ ومرجع کی حیثیت رکھتی ہے اور مولانا کے لئے صدقۂ جاریہ ہے۔

۱۹۲۰ء سے مولانا موصوف نے اپنے سیاسی عزائم وافکار کی وجہ سے انڈین نیشنل کانگریس کو اپنے لئے منتخب کرلیا تھا، ۱۹۲۳ء میں آپ کو پہلی مرتبہ آل انڈیا نیشنل کانگریس کا صدر بنایا گیا۔ ۱۹۴۰ء میں دوبارہ آپ کو قومی قیادت کا اعزاز حاصل ہوا۔ ۱۹۴۷ء میں جب بے شمار قربانیوں اور بڑی مشکلات کے بعد ہندوستان آزاد ہوا تو مولانا مرحوم ہندوستان کے پہلے وزیر تعلیم بنائے گئے اور دس سال کی طویل مدت میں اپنے علم وفضل، دانائی وبینائی، فہم وفراست، کدوکاوش اور وطن کے لئے کچھ کر جانے کے جذبۂ پرخلوص سے انہوں نے یہ ثابت کردیا کہ وہ ہر طرح اس عظیم منصب وکلیدی عہدے کے لائق تھے، درحقیقت اس عہدے نے مولانا موصوف کے کلاہِ فخر میں کسی طرّے کا اضافہ نہیں کیا بلکہ یہ بات عہدہ وزارت تعلیم کے لئے باعث افتخار ونازش تھی کہ موصوف جیسا مخلص وفعال، بے باک وجری، اسلاف کی روایات کا پاسدار وامین اور ملک کا مایہ ناز سپوت اس کا حامل ہوا۔ اس عہدے کی مصروفیات مولانا کے استحضار علمی میں کمی واقع نہ کرسکیں اس ضمن کا ایک واقعہ پیچھے ذکر کیا گیا ہے۔ (جاری)

☆......☆......☆

توبہ کی ضرورت اور اُس کے قبول ہونے کی شرطیں

تحریر: حضرت مولانا مفتی آصف انجم ملی ندوی

''علماء کرام نے فرمایا ہے کہ: ہر گناہ سے باز آنا اور توبہ کرنا واجب ہے، اگر گناہ اللہ تعالیٰ اور بندہ کے حقوق سے متعلق ہو، اُس سے کسی انسان کا کوئی حق جڑا ہوا نہ ہو تو اس گناہ سے توبہ کی تین شرطیں ہیں: (۱) اس گناہ سے الگ ہوجائیں، اسے بالکل چھوڑ دیں (۲) اس گناہ کے ارتکاب پر نادم وشرمندہ ہوں (۳) پختہ ارادہ کریں کہ دوبارہ کبھی اس گناہ کے قریب بھی نہیں جائیں گے۔ اگر ان تین شرطوں میں سے کوئی ایک شرط بھی پوری ہونے سے رہ گئی تو توبہ صحیح نہیں ہوگی۔ توبہ کے درست ہونے کی ان تین شرطوں کے ساتھ ایک چوتھی شرط بھی ہے، وہ یہ کہ اگر ہم سے ایسا کوئی گناہ سرزد ہوا ہے جس کا تعلق کسی انسان کے حق سے ہے تو معاملہ کی صفائی کرکے، مظلوم سے معافی تلافی کرکے اور حقدار کا حق ادا کرکے اپنے آپ کو اس گناہ سے بری کریں، انسانی حقوق کی تفصیل یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے کسی کا روپیہ پیسہ یا مال وغیرہ ناحق لے لیا ہو تو اسے واپس کرے، کسی کو گالی دی ہو، کسی کی غیبت کی ہو، کسی پر بہتان باندھا ہو، جھوٹے الزام لگائے ہوں تو اسے بدلہ لینے کا اختیار دے یا اُس سے معافی چاہے۔ توبہ میں یہ بھی واجب ہے کہ ہم اپنے ہر ایک گناہ سے توبہ کریں، چنانچہ اگر کسی نے کچھ گناہوں سے توبہ کیا تو اس کی توبہ صرف ان ہی گناہوں کی حد تک درست ہوگی، باقی ماندہ گناہوں کا وبال اس کے سر باقی رہے گا۔

(ریاض الصالحین – ابواب التوبة)

توبہ کے واجب ہونے کے دلائل قرآن مجید اور احادیثِ کریمہ میں بکثرت موجود ہیں اور اس پر امت کا اجماع بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مخاطب فرما کر توبہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے: (ترجمہ) تم سب توبہ کرو اللہ تعالیٰ کے آگے تاکہ تم کامیاب ہوجاؤ۔

(سورۂ نور / آیت: ۳۱) سورۂ ہود میں ہے: (ترجمہ) اور یہ کہ تم اپنے رب سے مغفرت چاہو اور اس کے آگے توبہ کرو۔ (آیت: ۳) سورۂ تحریم میں ہے: ''اے مسلمانو! تم اللہ تعالیٰ کے آگے توبہ کرو صاف دل کی توبہ۔'' (آیت: ۸) ...... ''صاف دل کی توبہ'' سے مراد ایسی توبہ ہے کہ جس کے بعد دل میں گناہ کا خیال نہ رہے، اگر توبہ کے بعد بھی خرافات اور گناہوں میں دل لگا رہا اور اس سے بچنے کا خیال نہ رہا تو سمجھو کہ ابھی توبہ میں کسر باقی ہے، گناہ کی جڑ دل سے نہیں نکلی ہے۔ (تفسیر عثمانی) مطلب یہ ہے کہ ''توبہ کے صحیح اور مقبول ہونے کی مذکورہ بالا شرطوں کو پورا کرنے سے ہی انسان کو ''صاف دل کی توبہ'' نصیب ہوتی ہے۔

نبیٔ اکرم ﷺ کی تعلیمات میں بھی توبہ واستغفار کی تاکید وترغیب بکثرت ملتی ہے، نبیٔ کریم ﷺ پاک اور معصوم ہیں، مخلوق میں سب سے بزرگ وبہتر ہیں، اس کے باوجود آپ ﷺ کثرت سے توبہ و استغفار فرماتے تھے۔ نبی پاک ﷺ کا ارشاد ہے: ''اللہ تعالیٰ کی قسم! میں دن بھر میں ستر مرتبہ سے زیادہ توبہ واستغفار کرتا ہوں۔'' (بخاری) ایک روایت میں ہے کہ پیارے آقا ﷺ نے فرمایا: ''اے لوگو! اللہ تعالیٰ کے آگے توبہ کرو، بیشک میں دن بھر میں سو سے زیادہ مرتبہ توبہ کرتا ہوں'' (مسلم) غور کریں! کیا رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث توبہ واستغفار کی ترغیب دینے کیلئے ناکافی ہے؟

اللہ تعالیٰ اپنے اُن بندوں سے خوش ہوتے ہیں اور اُن سے محبت کرتے ہیں جو توبہ واستغفار کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (ترجمہ) بے شک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو پسند کرتے ہیں۔ (القرآن) حدیث شریف میں ہے: اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کی توبہ سے اس سے زیادہ خوش ہوتے ہیں جتنا تم میں سے کوئی شخص جنگل میں گمشدہ اپنے اونٹ کے واپس آجانے سے خوش ہوتا ہے۔ (متفق علیہ)

''گناہوں سے توبہ کرنا واجب ہے'' اس کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ اپنے گناہوں کی معافی نہیں چاہتے اور توبہ نہیں کرتے وہ ایک واجب کو چھوڑنے کی وجہ سے گناہ کا ارتکاب کرتے ہیں۔ ''اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں سے خوش ہوتے ہیں اور ان سے محبت کرتے ہیں'' اس کا مفہومِ مخالف یہ ہے کہ جو لوگ توبہ و استغفار نہیں کرتے اُن سے اللہ تعالیٰ ناخوش ہوتے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی محبت ورحمت سے محروم ہوتے ہیں۔

بات کہنے کی نہیں ...... لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ''ہم لوگ اپنی روزمرہ زندگی میں بہت زیادہ نیکیاں تو کرنے نہیں پاتے البتہ گناہوں میں خوب مشغول ہوتے ہیں، اس پر مزید افسوس ناک بات یہ ہے کہ ہمیں اپنی بدبختی کی وجہ سے توبہ کی توفیق بھی نہیں ہوتی، الا ما شاء اللہ.

عقائد میں بگاڑ، عبادتوں میں کوتاہی، معاملات یعنی کاروبار، نکاح وطلاق وغیرہ میں خرابی اور حرام و مشتبہ لین دین کا چلن، حقوق کو ضائع کرنا، ایک دوسرے کو تکلیفیں پہنچانا، برے اخلاق اور گندی عادتیں اپنانا، خوشی یا غمی کے موقعوں پر کھلے عام شریعت کی خلاف ورزی کرنا، سیاست کے نام پر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حکموں کو پامال کرنا وغیرہ کتنے ایسے گناہ ہیں جو آج ہمارے معاشرہ میں ہو رہے ہیں اور ان سے توبہ کا ہمیں کوئی خیال نہیں ہے۔ بلکہ اب تو ایسا لگتا ہے کہ ہم گناہ کو گناہ نہیں سمجھتے، یا گناہ سے توبہ تو کرتے ہیں لیکن گناہ کو چھوڑتے نہیں، اس کی قبولیت کی شرطوں کو پورا نہیں کرتے، آخرت کو ہم بھول رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ڈر خوف ہمارے دلوں میں باقی نہیں ہے۔ ایسے حالات میں یقیناً ہم پر واجب ہوجاتا ہے کہ ہم مذکورہ بالا قبولیتِ توبہ کی چار شرطوں کے ساتھ سچی پکی توبہ کریں، انفرادی طور پر بھی توبہ و استغفار کریں اور اجتماعی طور پر بھی۔

وفقنا اللہ تعالی لما یحب و یرضی، آمین

☆......☆......☆

کام کی باتیں

☆ سچ بات کو نہ چھپاؤ اور جھوٹ مت بولو۔

☆ عالم بے عمل کی مثال ایسی ہے جیسے اندھے نے چراغ اٹھا رکھا ہو۔ لوگ اس سے روشنی حاصل کریں اور وہ خود اندھیرے میں رہے۔

☆ خاوند اور بیوی دو نہیں، ایک جسم کی مانند ہیں، اس لئے جسے خدا نے جوڑا ہے انسان اسے حتی المقدور جدا نہ کرے۔

اسلام میں کردار سازی کی اہمیت

از: آصف جلیل احمد، چونا بھٹّی

حدیث شریف میں آتا ہے کہ سب سے افضل عمل حسن اخلاق ہے اور سب سے بڑی نحوست بداخلاقی ہے۔ حسن اخلاق اور سخاوت سے ایمان قوت پکڑتا اور بداخلاقی اور بخل سے کفر ترقی کرتا ہے۔ انسان کا ظاہری لباس کپڑا ہے اور اندرونی لباس حسن اخلاق ہے۔ قیامت کے روز حضور ﷺ کے قریب وہ شخص ہوگا جو خوش اخلاق ہوگا۔ اخلاق کے بغیر انسانی زندگی میں ہم آہنگی ویکسوئی اور یک جہتی پیدا نہیں ہوسکتی۔ اخلاق کے بغیر انسانوں کی جماعت انسان نہیں بلکہ حیوانوں کا ریوڑ کہلائے گی۔ زندگی کے ہر شعبے کی ترقی میں حسن اخلاق کو بڑا دخل ہے۔ اخلاق اور دین اسلام کا آپس میں بڑا گہرا تعلق ہے۔ انسان اخلاق کے بغیر جسم بے جان کی مانند ہے۔ ایک حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایمان اور اسلام کی تکمیل اچھے اخلاق پر موقوف ہے۔ دوسری حدیث شریف میں ہے کہ تمام خوبیوں کا دارومدار پاکیزہ اخلاق پر ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں اخلاق حسنہ کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہوں۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: قوم کا سردار قوم کا خادم ہوتا ہے تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہے اور اللہ کے نزدیک محبوب انسان وہ ہے جو اس کی مخلوق کے ساتھ حسن سلوک کے ساتھ پیش آئے، اپنے سے بڑوں کی عزت کرے اور چھوٹوں سے شفقت سے پیش آئے۔

جب حضرت صدیق اکبرؓ اپنے بوڑھے اور نابینا والد کو بیعت کے لیے حضور ﷺ کے پاس لائے تو آپ ﷺ نے فرمایا: انہیں آپ نے کیوں تکلیف دی؟ میں خود ان کے پاس چلا آتا۔ خالق کی خوشنودی اور مخلوق میں ہردل عزیز شخصیت کا شرف حاصل کرنے کے لیے اخلاق سب سے بڑا سبب اور آسان ذریعہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پیغمبر اسلام حضور نبی کریم ﷺ نے اخلاقی تعلیم اور کردار سازی پر بڑا زور دیا ہے۔ جس کے مطالعے کے بعد یہ دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ اسلام کی تمام تر تعلیمات کا لب لباب اگر ایک لفظ میں بیان کیا جائے تو وہ حسن اخلاق ہے۔ رسول کریم ﷺ سے ایک شخص نے تین مرتبہ دریافت کیا تو یہی جواب ملا کہ بداخلاقی عبادت کو اس طرح تباہ و برباد کرتی ہے جس طرح سرکہ شہد کو، جو کوئی خلق خدا سے پیار کرے گا، اللہ اس سے پیار کرے گا۔ انسان کئی چیزوں کا مجموعہ ہے، یہ نورانی بھی ہے اور ظلماتی بھی، آسمانی بھی، ملکوتی بھی، عالم بھی جاہل بھی، نافع بھی، حریص بھی اور صبور و شکور بھی۔ یہ اس کے اختیار میں ہے کہ وہ کس شعبہ زندگی کو اختیار کرتا ہے۔ اسلام میں اچھی صحبت اختیار کرنا جزو ایمان ہے۔ اچھے اور نیک آدمیوں سے ملنا بھی کار ثواب ہے۔ جب ایک شخص کسی نیک انسان سے ملنے کے لیے جاتا ہے تو ایک پکارنے والا پکارتا ہے کہ تو بھی اچھا ہے اور تیرا چلنا بھی مبارک، تو نے اپنے لیے جنت خرید لی ہے۔ کہتے ہیں کہ سب سے اچھا دوست وہ ہے جس سے ملنے کے کچھ فائدے حاصل ہوں، مثلاً اس سے ملیں تو انسان کی دینی معلومات میں اضافہ ہو یا اس کے اخلاق پر اچھا اثر ہو اور اس کا ایمان تازہ ہوجائے۔ یہ نہیں کہ اس سے ملنے پر دنیوی باتوں کا پتا چلے۔ آج کل ہمارے معاشرے میں اکثر لوگوں کو کاروباری اور سیاسی باتیں کرنے، فحش گفتگو اور رشتہ داروں کو برا بھلا کہنے اور غیر اسلامی رسوم کا اہتمام کرنے کے علاوہ کوئی کام نہیں ہے۔ معاشرے میں جہاں اور بہت سی خرابیاں عام ہیں وہاں اس عظیم نعمت کا فقدان بھی روزمرہ کا مشاہدہ ہے۔ آئے دن قتل و غارت گری، لسانیت وقومیت کی گھما گھی، ظلم وستم کی گرم ہوائیں معاشرے کے وہ ناسور ہیں جو بداخلاقی کے سبب فروغ پارہے ہیں۔ یہ سب چیزیں معاشرے کے امن وامان پر ایک طمانچہ ہیں جن کا نشان صدیوں تک نہیں مٹتا۔ جب کہ اچھے اخلاق کا حصول دین ودنیا کی کامیابی کی ضمانت ہے۔ اللہ کریم ہم سب کو حسن اخلاق کی عظیم نعمت سے مالا مال فرمائے۔ (آمین)

☆......☆......☆

تلخیاں — گر برا نہ مانو......!

از: محمد عامر یاسین ملّی

☆ ڈھونگی بابا گرمیت سنگھ کو ۲۰ سال قید اور ۳۰/لاکھ جرمانے کی سزا۔(ایک خبر)
برائی کا انجام براہی ہوتا ہے۔

☆ نتیش کمار نے بھاجپا سے ہاتھ ملا کر غیر آئینی کام کیا۔(تیجسوی یادو)
اب عوام ایسے موقع پرستوں کو آئینہ دکھائے گی۔

☆ بوانا اسمبلی حلقے میں آپ امیدوار کی جیت، بھاجپا تیسرے نمبر پر(ایک خبر)
شاید ای وی ایم مشین نے صحیح کام نہیں کیا۔

☆ نکاح میں حق مہر نظر انداز نہ کیا جائے۔(ایک مضمون کا عنوان)
مہر اُدھار رکھ کر۔

☆ فیشن نام ہے تبدیلی کا(ایک مضمون کی سرخی)
اس دور کے فیشن میں سب الٹا نظر آیا
مجنوں نظر آئی لیلیٰ نظر آیا

☆ جمعیۃ علمائے ہند نے اتحاد کی بہترین اور قابل تقلید مثال قائم کی ہے۔(وزیر اعظم)
تو کیا بھاجپا اور آر ایس ایس اب جمعیۃ علماء کی تقلید کریں گے؟

☆ صحت کے لیے ''متوازن غذا'' کھانا ضروری ہے۔(ایک مشورہ)
اور توازن کے ساتھ بھی کھانا ضروری ہے۔

☆ اگر کوئی سادھو جرم کرے تو سارے سادھوؤں کو غلط نظروں سے نہیں دیکھنا چاہئے۔(بابا رام دیو)
شاید بابا گرمیت بھی پہلے ایسا ہی کہتے تھے۔

یا موسیٰ!: مامون رشید ایک مرتبہ اپنے ایک مصاحب عبداللہ بن طاہر سے ناراض ہوگیا، اور ایک خفیہ مجلس میں کچھ لوگوں سے اسے قتل کرانے کا منصوبہ بنایا۔ اتفاق سے اس مجلس میں عبداللہ بن طاہر کا ایک خیر خواہ دوست موجود تھا، اس نے فوراً عبداللہ کے نام ایک رقعہ لکھا جس پر صرف یہ عبارت تحریر تھی: بِسۡمِ اللہ الرَّحۡمَنِ الرَّحِیۡمِ یَا مُوسیٰ یہ رقعہ جب عبداللہ بن طاہر کے پاس پہنچا تو وہ سخت حیران ہوا، دیر تک اس خط کو الٹ پلٹ کر دیکھتا رہا، مگر کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ اس کا کیا مطلب ہے؟ کنیز برابر میں کھڑی تھی، جب کافی دیر گزر گئی تو وہ بولی: اس کا مطلب میری سمجھ میں آگیا، عبداللہ نے پوچھا وہ کیا؟ کنیز نے کہا: لکھنے والے نے قرآن کریم کی اس آیت کی طرف اشارہ کیا ہے کہ قَالَ یٰمُوۡسٰۤی اِنَّ الۡمَلَاَ یَاۡتَمِرُوۡنَ بِکَ لِیَقۡتُلُوۡکَ فَاخۡرُجۡ اِنِّیۡ لَکَ مِنَ النّٰصِحِیۡنَ ترجمہ: اے موسیٰ! سردار تمہیں قتل کرنے کا مشورہ کررہے ہیں، اس لئے یہاں سے نکل جاؤ میں تمہارے خیرخواہوں میں سے ہوں۔ عبداللہ اس وقت مامون کے دربار میں جانے کا ارادہ کررہا تھا، مگر اب اس نے ارادہ منسوخ کردیا اور اس طرح اس کی جان بچ گئی۔(حیاۃ الحیوان ص ۱۲۶، جلد اول)

گوشۂ خواتین — عورتوں کا حق

گذشتہ سے پیوستہ

عرشیہ کوثر بنت خواجہ فیروز

نکاح کے بعد مہر

جب لڑکی کا انتخاب کرلیا جاتا ہے، لین دین طے ہوجاتا ہے تو نکاح کی باری آتی ہے جو سنت کے بجائے فضول اور خرچیلی رسموں کے ساتھ انجام دیا جاتا ہے۔ خوبصورت ترین دلہن مہنگے ترین زیور اور جہیز کے ساتھ سسرال سدھار جاتی ہیں نکاح میں جوڑے کی رقم تو خوب بٹورتے ہیں لیکن مہر کی رقم مؤجل رکھی جاتی ہے۔

یہ وہ رقم ہوتی ہے جس کو ادا کرنے میں آنا کانی کی جاتی ہے، اور شوہر کے مرنے پر اسے بخشوالیا جاتا ہے۔ نبی کریمؐ سے منقول ایک حدیث سے ثابت ہے کہ جس نے مہر مقرر کیا اور نیت یہ رکھی کہ اس کو ادا نہ کرے گا وہ زانی ہے۔ اور عورتیں بھی ازدواجی زندگی میں تلخیاں در آنے کے ڈر سے خاموش رہنے اور مطالبہ نہ کرنے ہی میں عافیت محسوس کرتی ہیں۔

نفقہ: موجودہ عورت کا نفقہ یعنی روٹی کپڑا والدین اور شوہر تو قاعدے سے ادا کرتے ہیں لیکن بیوہ اور مطلقہ عورتیں مسلم معاشرے میں بڑی کسمپرسی کی زندگی گزارتی ہیں۔ ان کے والدین دوبارہ مسلط ہوجانے والے اس بوجھ کو قبول کرنے سے انکار کردیتے ہیں۔ مطلقہ عورت کو اگر بچے ہوں تو بچوں کا باپ ان کا کوئی نفقہ یا خرچ اٹھانے سے انکار کردیتا ہے۔ اور عملی طور پر بچوں کو یتیم بنا دیتا ہے۔ اور افسوس کے مسلمان شرعی طور پر اتنے کمزور ہوچکے ہیں کہ کوئی ان بچوں کو ان کا حق بھی دلانے کی سعی نہیں کرتا۔ اور بچوں کی مائیں محنت مزدوری کر کے ان کی کفالت کا بارگراں اٹھاتی ہیں۔

دوسری خطرناک صورت حال یہ ہے کہ بہت سی مسلم عورتیں ایسی بھی ہیں جو نہ مطلقہ ہیں نہ بیوہ ہیں، نہ خلع یافتہ بلکہ مختلف وجوہات کی بناء پر ان کو ان کے شوہروں نے علیحدہ کررکھا ہے، کہ کبھی ان کی خیر خبر بھی نہیں لیتے یہ معاشرے میں بڑی قابل رحم زندگی گزارتی ہیں۔

بیویوں کے ساتھ عمومی سلوک

بیویوں کے ساتھ عمومی برتاؤ کے دو رخ ہیں جن میں شدت پسندی کا عنصر غالب ہے۔

۱) کہیں کہیں مرد صرف بیوی صاحبہ کی جی حضوری کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں اور بیوی عملاً گھر کی مالک وخود مختار بن جاتی ہے۔ پھر گھر کے دیگر افراد کے ساتھ جو سلوک کرتی ہے اس پر بھی میاں صاحب خاموش بلکہ بیگم کی رضا میں راضی دکھائی دیتے ہیں۔ سسرال میں سارا میکہ آکر بیٹھ جاتا ہے۔ خود کی ماں سے زیادہ بیوی کی ماں کا خیال رکھا جاتا ہے اگر ایسی صورت حال میں ماں کو کوئی دوسرا بیٹا ہوتا اسے بہو اور بیٹا مجبور کرتے ہیں وہ وہیں رہے اور غیر شادی شدہ بہن بھائی ہوں تو بہو بیٹا لڑ جھگڑ کر علیحدہ سکونت اختیار کرلیتے ہیں۔

۲) اور کہیں اس کے برعکس حالات دکھائی دیتے ہیں، بیٹا بیوی سے دور اور ماں کی مٹھی میں ہوتا ہے۔ بہو کو عملاً ماسی بنا کر رکھ دیا جاتا ہے، سارے گھر کا کام کرنا، صبح سات بجے سے رات بارہ بجے تک گھریلو کام کاج میں جٹے رہنا۔ ساتھ ہی ساتھ سب کے طنز وتشنیع سننا۔ اپنی ذات سے بے نیاز ہوکر سب کی خدمت کر کے بھی عدم تحفظ کی شکار ایسی عورت معاشرے میں بدحالی کی بولتی تصویر ہوتی ہے۔ شوہر خود کو نظر انداز کرنے پر بیوی سے ناراض ہوتا ہے لیکن عورت چکّی کے دو پاٹ کے درمیان پسی جاتی ہے۔ ایک طرف سسرالیوں کا عتاب ہوتا ہے تو دوسری طرف شوہر کی ناراضگی۔ اتنی ساری خدمت کرنے کے باوجود ماں بیٹے سے بہو کی نافرمانیوں کی من گھڑت کہانیاں سناتی ہیں۔

دونوں ہی صورتوں میں عورتیں عورتوں کے لئے مسائل پیدا کرتی ہیں، اور با اختیار بے اختیار کا جینا اجیرن کرکے رکھ دیتی ہے۔

ناانصافی: آج کل ویسے بھی ایک سے زائد بیویوں کا چلن بہت کم ہے۔ اور دوسری شادی عموماً اولاد یا اولاد نرینہ کے نہ ہونے، پہلی بیوی پسند نہ ہونے کی صورت میں کی جاتی ہے۔ ظاہر ہے جب دوسری بیوی کو بیٹا ہو وہ چہیتی ہوگی۔ خوبصورت ہوگی تو بھی چہیتی ہوگی اور پہلی بیوی اور بچوں کو دوسری بیوی کی فرمائش پر یا تو میکہ پہنچا دیا جاتا ہے یا اگر احسان عظیم کرتے ہوئے گھر میں رکھیں تو چولھا الگ اور پہلی بیوی دوسری بیوی کی خادمہ کی حیثیت اختیار کرجاتی ہے، اب ان کے مابین عدل وانصاف کی اصطلاح کا وجود کہاں باقی رہ جاتا ہے۔

بحیثیت بیوی میراث

شریعت کے مطابق شوہر اگر صاحب اولاد ہو تو بیوہ کو آٹھواں حصہ ملے گا اور اگر لاولد ہو تو ترکے کے چوتھے حصہ کی حقدار ہے۔ فی زمانہ دیکھا یہ گیا ہے کہ باپ کے مرتے ہی بیٹے جائداد کی بندر بانٹ کرلیتے ہیں۔ متوفی کی بیوہ اور بیٹیوں کو سراسر نظر انداز کردیا جاتا ہے پھر ماں بیٹوں کے رحم وکرم پر ہوتی ہے، اور ان کے پاس رکھ لینے پر ان کی احسان مند ہوتی ہے۔

☆......☆......☆

چند اہم دینی مسائل

ادارہ

قرض لینے کا بیان

مسئلہ: جو چیز ایسی ہو کہ اسی طرح کی چیز تم دے سکتے ہو اس کا قرض لینا درست ہے، جیسے اناج، انڈے، گوشت وغیرہ اور جو چیز ایسی ہو کہ اس طرح کی چیز دینا مشکل ہے تو اس کا قرض لینا درست نہیں، جیسے امرود، نارنگی، بکری، مرغی وغیرہ۔

مسئلہ: جس زمانے میں روپئے کے دس سیر گیہوں ملتے تھے اس وقت تم نے پانچ سیر گیہوں قرض لیے پھر گیہوں سستے ہوگئے اور روپے کے بیس سیر ملنے لگے تو تم کو وہی پانچ سیر دینے پڑیں گے۔ اسی طرح اگر گراں ہوگئے ہیں تب بھی یہ اتنے ہی گیہوں دینے پڑیں گے، جتنے دیئے گئے تھے۔

مسئلہ: جیسے گیہوں تم نے دیئے تھے، اس نے ان سے اچھے گیہوں ادا کیے تو اس کا لینا جائز ہے یہ سود نہیں مگر قرض دینے کے وقت یہ کہنا درست نہیں کہ ہم ان سے اچھے لیں گے البتہ وزن میں زیادہ نہیں ہونا چاہئے خوب ٹھیک ٹھیک تول کر لینا دینا چاہئے اگر کچھ جھکتا تول دیا تو کچھ ڈر نہیں۔

مسئلہ: کسی سے کچھ روپیہ یا غلہ اس وعدے پر قرض لیا کہ ایک مہینے یا پندرہ دن کے بعد ہم ادا کردیں گے اور اس نے منظور کرلیا تب یہ مدت کا بیان جائز ہے، اگر اس کو اس وقت سے پہلے ضرورت پڑے اور تم سے مانگے یا بے ضرورت ہی مانگے تب بھی تم کو ادا کرنا پڑے گا۔

مسئلہ: نعیم کے ذمہ کسی کے روپے یا پیسے ہوتے تھے، تم نے اس کی ذمہ داری لی کہ اگر یہ نہ دے گا تو ہم سے لے لینا یا یوں کہا کہ ہم اس کے ذمہ دار ہیں اور اس حقدار نے تمہاری ذمہ داری منظور کرلی تو اب اس کی ادائیگی تمہارے ذمہ واجب ہوگئی اگر نعیم نہ دے تو تم کو دینا پڑے گا، اور اس حقدار کو اختیار ہے کہ جس سے چاہے تقاضہ کرے، چاہے تم سے، چاہے نعیم سے، اب جب تک نعیم اپنا قرض ادا نہ کرے یا معاف نہ کرائے تب تک برابر ذمہ دار ہوں گے البتہ اگر وہ حقدار تمہاری ذمہ داری معاف کردے اور کہہ دے کہ اب تم سے کچھ مطلب نہیں ہم تم سے تقاضہ نہ کریں گے، تو اب تمہاری ذمہ داری نہیں رہی اور اگر تمہاری ذمہ داری کے وقت ہی اس حقدار نے منظور نہ کیا اور کہا کہ تمہاری ذمہ داری کا ہمیں اعتبار نہیں یا اور کچھ کہا تو تم ذمہ دار نہیں۔

☆......☆......☆

بچوں کا گوشہ — خدمت گزار بیٹے کے ہاتھوں کی خوشبو نابینا باپ پہچان گیا

حضرت امیہؓ نابینا صحابی تھے۔ ان کا ایک بیٹا تھا یہ بہت خدمت گذار اور فرمانبردار تھا۔ اپنے والد کا ہر وقت خیال رکھتا، انہیں کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے دیتا تھا، صبح اٹھتا، والد کو وضو کرواتا، مسجد میں لے جاتا، پھر ناشتہ کراتا، باہر ان کو ساتھ لے کر جاتا، اپنے ہاتھ سے ان کے کپڑے دھوتا، بستر بچھاتا، بیٹے کی اس خدمت پر امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت خوش تھے، اکثر حضرت امیہ بیٹے کے حق میں اللہ سے گڑگڑا کر دعا کرتے رہتے تھے، ایک دفعہ حضرت کلاب کو محاذ جنگ پر جانا پڑا، بیٹے کے چلے جانے کے بعد باپ کو بہت تکلیف ہونے لگی، کیوں کہ بیٹا ہی ان کی خدمت کا واحد سہارا تھا، چند دن حضرت امیہ رضی اللہ عنہ تعالیٰ خاموش رہے، آخر امیر المؤمنین عمر فاروقؓ کے پاس حاضر ہوکر بولے ''امیر المومنین! کلاب جنگ میں چلا گیا ہے، اس کے بعد مجھے بڑی تکلیف ہورہی ہے، '' عمر فاروق نے پوچھا کیا بیٹے کے علاوہ تمہارا کوئی مددگار نہیں؟ کوئی نہیں، امیہ نے جواب دیا حضرت عمر فاروقؓ نے کلاب کی واپسی کا حکم کردیا اور حضرت امیہؓ سے فرمایا ابھی آپ کے لیے بندوبست کیے دیتا ہوں جب کلاب واپس آئے تو سیدھے مسجد نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے۔ عمر فاروقؓ موجود تھے، پوچھا امیر المؤمنین! مجھے واپس کیوں طلب فرمایا ہے؟ آپ نے فرمایا بیٹا تم اپنے باپ کی خدمت کرتے ہو، تمہارے بغیر وہ پریشان ہے، ذرا ہمارے سامنے اپنے باپ کی خدمت کر کے دکھاؤ۔ اس پر کلاب اٹھے، اونٹنی کا دودھ دوہا برتن پر کپڑا رکھ کر مسجد نبوی میں لائے اتنے میں حضرت امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں آگئے۔ حضرت عمرؓ نے کلاب سے کہا چپ چاپ دودھ کا پیالہ اپنے والد کو تھمادو بولو مت۔ حضرت کلابؓ نے حضرت عمر فاروقؓ کے حکم کی تعمیل کی، جب حضرت امیہؓ بولے اے امیر المؤمنین! پتہ نہیں کیا بات ہے اس دودھ میں سے مجھے کلاب کی خوشبو آئی تھی، حضرت عمر بولے دودھ آپ کو آپ کے بیٹے ہی نے پلایا تھا، پھر امیر المؤمنین نے فرمایا: بیٹا کلاب تم گھر میں رہ کر باپ کی خدمت کرو، تمہارا جہاد یہی ہے اور پھر کلاب پہلے کی طرح باپ کی خدمت کرنے لگے۔

بھلی باتیں بری باتیں

ندیم احمد رحمانی

والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا

(۱) ایک حدیث میں ہے کہ آدمی اگر کوئی نفلی صدقہ کرے تو اس میں کیا حرج ہے کہ اس کا ثواب اپنے والدین کو بخش دیا کرے بشرطیکہ وہ مسلمان ہوں کہ اس صورت میں ان کو ثواب پہنچ جائے گا اور صدقہ کرنے والے کے ثواب میں کوئی کمی نہ ہوگی۔(کنز الایمان)

(۲) حضور اقدس ﷺ سے کسی نے دریافت کیا کہ میرے بہترین تعلقات (احسان اور سلوک) کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: تیری والدہ، پوچھنے والے نے دوبارہ پوچھا: پھر کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تیری والدہ'' پوچھنے والے نے پوچھا پھر کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تیری والدہ'' پوچھنے والے نے چوتھی بار پوچھا: پھر کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تیرے والد'' ایک دوسری روایت میں ہے کہ تیری والدہ، پھر تیری والدہ، پھر تیری والدہ، پھر تیرا باپ پھر دوسرے رشتہ دار الاقرب فالاقرب (یعنی جو جتنے قریب ہو اتنا ہی مقدم ہے(بخاری ومسلم)

والدین کے ساتھ حسن سلوک نہ کرنا

(۱) والدین کے انتقال کے بعد بھی اولاد ان کے حقوق سے بری نہیں ہوجاتی، لہٰذا اگر کوئی شخص والدین کے انتقال کے بعد ان کو بھول جائے اور ان کے لیے ایصال ثواب کے ذرائع اختیار نہ کرے تو ایسا شخص بد بخت، احسان فراموش اور والدین کا حق ضائع کرنے والا ہے۔

(۲) مشکوٰۃ کی ایک حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ ہر گناہ کی جب چاہے مغفرت فرما دیتے ہیں مگر والدین کی قطع رحمی (یعنی ان کے ساتھ برا سلوک کرنا، احسان سے محروم کرنا اور ان کے حقوق ادا نہ کرنا وغیرہ) کی سزا مرنے سے پہلے پہلے دے دیتے ہیں۔

حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ صلہ رحمی کے علاوہ کوئی نیکی ایسی نہیں جس کا بدلہ بہت جلد ملتا ہو اور قطع رحمی اور ظلم کے علاوہ کوئی گناہ ایسا نہیں ہے جس کا وبال آخرت میں باقی رہنے کے ساتھ ساتھ دنیا میں جلدی نہ مل جاتا ہو۔

☆......☆......☆

اسلامک اسٹیٹ یا مسلم ملک کیا دونوں ایک دوسرے سے مختلف ہیں؟

تحریر: سید حامد محسن

اسلام اور مسلمانوں سے متعلق غلط فہمیوں میں سے ایک بڑی غلط فہمی یہ ہے کہ زیادہ تر لوگ سمجھتے ہیں کہ مسلم اکثریتی آبادی والے ممالک میں اسلام ہی ریاستی قانون کی بنیاد ہے، اس غلط فہمی کی بنیاد پر اکثر لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ ان ممالک میں، جو کچھ ہوتا ہے وہ اسلام یا اسلامی قانون کی رُو سے ہوتا ہے، شاید اس سے بڑی کوئی غلط فہمی نہیں ہوسکتی۔

البتہ مسلم ممالک کی آزادی کے بعد سے کئی ایسے ممالک میں اسلامی تنظیمیں اسلامی حکومتوں کی تشکیل وقیام کے لئے کوشش کرتی رہی ہیں، اسلامی حکومت سے مراد یہ ہے کہ ان ممالک میں اسلامی قانون یعنی ''شریعہ'' نافذ ہوگی اور مذہبی رہنماؤں کو حکومت کی روزانہ کاروائیوں میں عمل دخل حاصل ہوگا اور ان کی بات سُنی جائے گی یا پھر انہیں سیاسی اقتدار پر مکمل کنٹرول حاصل ہوگا۔

حالیہ برسوں میں کئی ایک مسلم ممالک نے خود کو ''اسلامی ریاست'' قرار دینے کا اعلان کیا اور اس کے جلو میں شریعت کے نفاذ کا اعلان بھی کیا، مگر جو تبدیلی دیکھی گئی وہ محض چند اسلامی سزاؤں کی تنفیذ، عورتوں کے لباس کے معاملہ میں چند تحدیدات اور فقہ کے چند پہلوؤں کی نشاندہی تھی، مگر بین الاقوامی میڈیا میں جس بات کا چرچہ ہوا وہ یہ تھا کہ ان ممالک میں اسلامی سزائیں، یعنی ''حدود'' مثلاً: کوڑے مارنا، ہاتھ کاٹنا اور رجم کرنا وغیرہ نافذ کی جائیں گی۔ یہ وہ قوانین ہیں، جو اسلامی ریاست کی قطعی وآخری اسٹیج میں نافذ کی جاتی ہیں اور ان کے نفاذ سے قبل حکومت کو سماجی انصاف کے قیام، دولت کی منصفانہ تقسیم اور شہریوں کے تئیں اپنی تمام تر ذمہ داریوں کو پورا کرنا ہوتا ہے۔

ان تمام شرائط کی تکمیل کے بغیر اسلامی ریاست کا قیام ناممکن ہے۔ سماجی اور معاشی انصاف کے بغیر اسلامی سزاؤں کا نفاذ خود اسلام کی روح کے منافی ہوگا۔ لہٰذا یہ سزائیں ظلم ہی تصور کی جائیں گی۔ لہٰذا اسلامی ریاستوں کے قیام کا اعلان مضحکہ خیز معلوم ہوتا ہے اور یوں گمان ہوتا ہے کہ چند برسر اقتدار خاندان یا گروہ محض اپنے مفادات حاصل کے تحفظ کی خاطر اس اعلان کے پس پردہ اپنے اقتدار کو طول دینے کی کوشش میں مصروف ہیں۔

مغربی ممالک کے اکثر باشندے اس بات پر ضرور تعجب کرتے ہیں کہ بہت سارے مسلمان اسلامی ممالک سے ترک وطن کر کے کیوں مغرب میں بود و باش یا شہریت حاصل کرنے کے خواہش مند ہوتے ہیں، جبکہ ان کے آبائی وطنوں میں اسلام جاری وساری ہے؟ اس کا سہل ترین جواب یہ ہے کہ ان ''مسلم'' ممالک میں صرف آبادی کی غالب اکثریت مسلمان ہے ورنہ وہاں نہ جمہوریت ہے نہ شخصی آزادی اور نہ آزادی اظہارِ خیال، انمیں بیشتر ممالک میں ڈکٹیٹر شپ ہی مملکت کا قانون ہے۔ شخصی آزادی کو کچلنے کے تمام حربے یہاں آزادی کے ساتھ استعمال کئے جاتے ہیں۔ مذہب اور مذہبی قانون کی صرف وہی تعبیر، جو برسر حکومت شخص یا خاندان کو قبول ہے رائج کی جاتی ہے، خلیج کے تیل پیدا کرنے والے ممالک میں چند شیوخ کے خاندان حکمراں ہیں، جو ظلم اور بربریت میں اپنی مثال نہیں رکھتے۔ مگر ان کو امریکی آقاؤں کی حمایت حاصل ہے، لہٰذا ان کے مظالم کے چرچے میڈیا میں نہیں سنے جاتے، ہاں البتہ صدام حسین کے عراق، قذافی کے لیبیا میں جو کچھ ہوتا رہا تھا یا ہو رہا ہے اس کی بازگشت سارے عالم میں سنی جاتی رہی ہے۔

ان میں سے بعض ممالک میں کہیں آئینی حکومت بھی ہے اور کہیں کہیں انتخابات کے ذریعہ سیاسی جماعتیں بھی برسراقتدار ہیں۔ لیکن جس نظام کو Rule of the law کہتے ہیں وہ عموماً عنقا ہے یا شاذ ونادر ہی نظر آتا ہے۔ دستور، آئین اور سیاسی جماعتوں کے باوجود آمریت کے پنجے مضبوط ہیں۔ انتخابات اکثر وبیشتر دھاندلی کا شکار ہوجاتے ہیں اور حکمراں طبقے کی خواہش کے مطابق نتیجہ برآمد کرنے کیلئے منعقد کئے جاتے ہیں۔ ''ناپسندیدہ'' سیاستدانوں، ان کے اہل خانہ اور دانشوروں کو برسر اقتدار خاندان یا گروپ قتل بھی کرواسکتا ہے۔ اور قید بھی۔ ستم یہ ہے کہ قانون کی کوئی بھی دفعہ اور شق ان کی مدد نہیں کرسکتی۔ شہری حقوق اور آزادی کی آواز اٹھانے والوں کو ہر قسم کی ذہنی اور جسمانی اذیتیں دی جاتی ہیں اور ان کی کوئی سنوائی نہیں۔

☆......☆......☆

کام کی باتیں

☆ سفر دو قسم کا ہوتا ہے اور دونوں کے واسطے توشہ درکار ہے۔ دنیا کے سفر میں توشہ ساتھ رکھو اور آخرت کے سفر میں روانگی سے پہلے بھیج کر جاؤ۔

☆ اگر تم لوگوں کے قصور معاف کرو گے تو اللہ تمہارے قصور معاف کرے گا۔

قطعہ

نماز اچھی، زکوٰۃ اچھی، حج اچھا، روزہ بھی اچھا
مگر میں باوجود اس کے مسلماں ہو نہیں سکتا
نہ جب تک کٹ مروں میں خواجۂ یثرب کی عزت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

(مولانا ظفر علی خاں مرحوم)

اصلاحی خط وکتابت

از: مولانا شاہ حکیم اختر صاحبؒ

حال: جب سے شرعی پردہ شروع کیا ہے، تمام رشتہ دار سسرالی اور خالہ ماموں ناراض ہیں میری والدہ بھی مجھ سے خالہ زاد بھائیوں سے پردہ کرنے پر بار بار ناراض ہوتی ہیں اور کہتی ہیں کہ جب تم کنواری تھیں تو پردہ نہیں کیا اب بچوں کی ماں بن کر پردہ کررہی ہو، اور تمہارے خالہ زاد بھائی تم سے چھوٹے ہیں، بتایئے! میں کیا کروں اور کیسے والدہ صاحبہ کو سمجھاؤں؟

جواب: نامحرم عمر میں چھوٹا ہو یا بڑا ہو اگر بالغ ہے تو اس سے پردہ ہے کسی کو سمجھانے کی ضرورت نہیں آپ اپنے دین پر جمی رہیں کسی کی ناراضگی کی پرواہ نہ کریں، حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ جس نے اللہ کی رضا کو سامنے رکھا اور مخلوق کی ناراضگی کی پرواہ نہیں کی تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے کافی ہوجاتے ہیں یعنی مخلوق کے شر سے بچاتے ہیں اور جس نے مخلوق کی رضا کو ترجیح دی اور اللہ تعالیٰ کو ناراض کیا اللہ تعالیٰ اس کو مخلوق کے حوالہ کردیتے ہیں یعنی وہ مخلوق کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بن جاتا ہے۔

حال: حضرت جی! سال میں ایک مرتبہ میں پندرہ بیس دن کے لیے والدہ کے پاس ملنے سبی سے کوئٹہ آتی ہوں تو میرے بھائیوں نے گھر میں ٹی وی کیبل لگا رکھا ہے اور بچے منع کرنے سے نہیں رکتے اور اکثر ٹی وی دیکھتے رہتے ہیں ایسے میں کیا کروں۔

جواب: اللہ تعالیٰ کی نافرمانی برداشت کر کے اعزاء سے ملنا جلنا ضروری نہیں۔ اگر وہ نہیں مانتے تو بچوں کو لے کر واپس گھر چلی جائیں اور آئندہ کے لیے بھی کہہ دیں کہ اگر میرے زمانۂ قیام میں ٹی وی کیبل بند رکھیں گے تو آؤں گی ورنہ نہیں۔

سوشل میڈیا کی آواز

از مفتی ناظم ملّی

ایک چور کی توبہ کا عجیب واقعہ

عربی حکایت ہے کہ ایک بادشاہ اپنی جوان سالہ بیٹی کی شادی کو لے کر بہت فکرمند رہتا تھا، وہ برسوں سے نیک اور عبادت گذار داماد کی تلاش میں تھا، ایک دن اس نے وزیر سے کہا کہ میری بیٹی کے لیے عبادت گذار انسان کو تلاش کرو۔

وزیر نے اپنی فوج کو شہر کی جامع مسجد کے گرد تعینات کر دیا اور کہا چھپ کر دیکھتے رہو جو شخص آدھی رات مسجد میں داخل ہوگا اسے نکلنے مت دینا جب تک میں نہ آجاؤں۔

عین اسی وقت ایک چور جامع مسجد میں مسجد کا قیمتی سامان چرانے کے لئے داخل ہوا۔ چور کے داخل ہوتے ہی مسجد کی انتظامیہ نے چور سے بے خبر مسجد کو باہر سے تالا لگایا اپنے گھروں کو چلے گئے۔ فوجی دستوں نے وزیر کو اطلاع دی کہ لگتا ہے کوئی عبادت گذار آیا ہے مگر مسجد کو تالا لگ چکا اب صبح کی اذان پر ہی مسجد کھلے گی تو پتہ چلے گا کون ہے۔

وزیر جلدی سے مسجد پہونچا اور صبح کی اذان کا شدت سے انتظار کرنے لگا تاکہ اندر موجود نیک انسان کو بادشاہ کے سامنے حاضر کیا جاسکے۔ جیسے ہی مسجد کھلی وزیر دستے سمیت اندر داخل ہوا چور نے پکڑے جانے کے ڈر سے جلدی سے نماز کی نیت باندھ لی۔ جوں ہی سلام پھیرتا فوراً کھڑا ہوکر دوبارہ نیت باندھ لیتا وزیر کو اس کی عبادت گذاری پر یقین آگیا۔ جوں چور نے سلام پھیرا فوجی دستے نے اس کو پکڑ کر بادشاہ کے سامنے پیش کیا۔ وزیر نے کہا: بادشاہ سلامت یہ ہے آپ کا مطلوبہ شخص اسے مسجد سے گرفتار کیا ہے، رات بھر مسجد میں عبادت کرتا رہا۔

چور کی حالت غیر ہورہی تھی، بادشاہ چور سے مخاطب ہوکر کہنے لگا۔ کیا خیال ہے اگر میں اپنی بیٹی کی شادی تمہارے ساتھ کر کے تمہیں اپنی سلطنت کا ولی عہد مقرر کردوں، کیا تمہیں منظور ہے؟ چور ہکا بکا ہوکر دیکھنے لگا، اس نے ڈرتے ڈرتے پوچھا عالی جاہ! یہ کرم نوازی کس خاطر؟ بادشاہ نے کہا: تم عبادت گذار ہو، رات بھر مسجد میں رہے، صبح اذان ہونے پر باہر آئے۔ چور دل ہی دل میں سوچنے لگا، اے اللہ! میں چوری کی نیت سے ہی صحیح تیرے گھر گیا، دکھلاوے کی نیت سے ہی صحیح نماز ادا کی اور بدلے میں تو نے دنیا میرے قدموں میں ڈال دی، اگر میں سچ مچ عبادت گذار ہوتا اور راتوں کو تہجد پڑھا کرتا تو پھر تیرا انعام کیا ہوتا! وہ ہیں کھڑے کھڑے نادم ہوکر تائب ہوا۔

☆......☆......☆

ارشادات رحمانی

اہلِ قلم حضرات نے الفاظ کا اتنی سخاوت سے استعمال کیا اور اس سرمایے کو اتنا بے دریغ خرچ کیا ہے کہ جملوں کی ساخت اور الفاظ کے آہنگ تو ہیں لیکن ان کی معنویت ماند پڑ گئی اور اہمیت کم ہوگئی ہے۔

☆......☆......☆

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

HAK KI ROSHNI WEEKLY,PRINTED PUBLISHED & OWNED BY ISRAR AHEMAD ABDUL JALIL,ADD: S.NO.86/1/10,H.NO.19,BEHIND PHARMACY COLLEGE ROAD,ZAM ZAM ROAD, MALEGAON,DIST.NASHIK,PRINTED AT NOORANI PRESS, 553,LINE NO.10,ISLAMPURA MALEGAON DIST.NASHIK & PUBLISHED AT S.NO.86/1/10,H.NO.19, BEHIND PHARMACY COLLEGE ROAD,ZAM ZAM ROAD,MALEGAON,DIST.NASHIK,composing:mufti md Ishaq milli,Email: haqkiraoshni@gmail.com